هبه علی الاولاد

(۲)

مفتی امجد العلی

[پاکستان میں شریعت ایکٹ کے نفاذ کے بعد بعض لوگ ''ہبه علی الاولاد'' کے ذریعه لڑکیوں کو وراثت سے محروم کر رہے ہیں ۔ وہ اپنے اس فعل کے جواز میں بعض علماء کا ایک قول پیش کرتے ہیں ' جس میں ایسے ہبه کو از روئے شریعت جائز قرار دیا گیا ہے -

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی سے اس بارہ میں رجوع کیا گیا اس استفتا کے جواب کی یه دوسری قسط ہے -

— مدیر]

فریق اول نے فریق دوم کے ان تردیدی جوابات میں سے بعض کی تردید حسب ذیل طریقه پر کی ہے :

۱۔ یه که ہم نے حضرت نعمان رض کو کبیر السن محض اپنی طرف سے نہیں قرار دیا ہے بلکه اس روایت کی بنا پر جسکو طحاوی نے حضرت سفیان ابن عینیه کی سند سے' جس کی انتہا محمد ابن نعمان و حمید ابن عبدالرحمن پر ہوتی ہے' حضرت نعمان ابن بشیر سے روایت کیا ہے که :

''یقول نحلنی ابی غلاماً فامرتنی امی ان اذهب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم لاشهده علی ذالك''

یعنی ''مجھ سے میری والدہ نے فرمایا که میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس ہبه پر حضور ص کو گواہ بنالوں ''۔ اس روایت میں حضرت نعمان کی والدہ عمرة بنت رواحه رض نے خود حضرت نعمان کو مخاطب کرکے اور رسول الله صلی الله علیه وسلم کو شاهد بنانے کا حکم دیا ہے اور یه اسی صورت میں درست ہوگا که یه کبیر السن ہوں اور جوان ہوں ۔

۲- اور همارا یه قول که نعمان رضی الله عنه کے والد عقد هبه کو نافذ و قطعی کرنے سے قبل رسول الله صلی الله علیه وسلم سے مشوره لینے حاضر هوئے تھے یه بھی اس روایت کی بنا پر هے جسے امام بخاری کے شیخ زهری نے شعیب بن ابی ضمره سے روایت کیا هے :

''یقول نحلنی ابی غلاماً ثم مشی بی حتی اذا ادخلنی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله انی نحلت ابنی غلاماً فان اذنت ان اجیز له اجزت''

یعنی '' حضرت نعمان نے فرمایا که میرے والد نے مجھے ایک غلام هبه کیا پھر مجھے همراه لیکر رسول الله صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں حاضر هوئے۔ عرض کیا : (یا رسول الله میں نے اپنے اس بچه کو غلام هبه کیا هے لهذا اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو جاری کردوں ۔ چنانچه اس روایت میں صاف طور پر آنحضرت سے مشوره طلب کرنے کے الفاظ موجود هیں ۔

یه ان تمام استدلالات کا خلاصه هے که جو هر دو گروه کی جانب سے اپنے اپنے مسلک پر پیش کئے گئے هیں ۔ لیکن تھوڑے غور و فکر کے بعد یه واضح هوجاتا هے که ان استدلالات کی بنیاد حضرت نعمان ابن بشیر رضی الله عنه کی حدیث کی روایات کی مختلف عبارات و الفاظ هیں ۔

لیکن روایات مذکوره و اقوال فقهاء سلف کو سامنے رکھ کر جهاں تک هماری سمجھ کا تعلق هے فریق ثانی کا قول، که هبه غیر صحیح و باطل هے اوجه هے خصوصاً موجوده دور میں واجب العمل هے ۔ ان دلائل کے علاوه جو هر فریق کے مذهب کے تحت بیان کئے گئے هیں ایسے وجوه اور بھی هیں جو ایسے هبه کے غیر صحیح هونے پر دلالت کرتے هیں ۔

اولاً تو یه امر یهاں واضح هے که حضرت نعمان کی مذکور حدیث ان روایات میں سے هے جو روایات بالمعنی کهلاتی هیں اس لئے که یه روایت جتنے طریقوں سے روایت کی گئی هے هر طریق کی عبارت ایک دوسرے سے مختلف هے جو اس امر کی دلیل هے که هر راوی نے اپنے اپنے فهم و فراست سے حضرت نعمان

کے واقعہ کو جس طرح سمجھا ہے اسطرح اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے یہ بھی ایک قطعی امر ہے کہ حضرت نعمان نے اپنے اس واقعہ کو مختلف اوقات میں مذکورہ روایت کنندگان کے سامنے مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور اس انداز بیان کے پیش نظر ہر راوی نے اپنے فہم کے مطابق ایک مخصوص کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے طریقہ پر بیان کیا ہے۔ لیکن ہم کو اختلاف الفاظ و عبارات سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا ہے کہ تمام روایات حدیث میں وہ کون سا امر ہے جو یکسانیت کے ساتھ مروی ہے اور حقیقت واقعہ پر روشنی ڈالنے میں اہمیت رکھتا ہے، تاکہ ہم اس کو تحت نظر رکھ کر اولاً یہ فیصلہ کرسکیں کہ روایات مذکور بالا میں کس روایت کی عبارت قابل ترجیح و قبول ہے۔ چنانچہ اس امر پر تمام طرق روایت متفق ہیں کہ حضرت نعمان رض کو جو غلام ان کے والد نے ہبہ کیا تھا وہ ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ کی خواہش اور شدید اصرار پر کیا تھا اور یہ ان کی مادری محبت کا تقاضہ تھا خصوصاً جبکہ ان کی سوکن کی اولاد بھی ان کے مقابلہ میں موجود تھی، اس نے اس محبت میں اور بھی جوش پیدا کردیا تھا ۔ وہ یہ چاہتی تھیں کہ حضرت نعمان کو دوسری اولاد کے مقابلہ میں فضیلت کا ایک خاص درجہ حاصل ہوجائے جس سے دیگر اولاد محروم ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت نعمان رض کے ہبہ کرنے کے بعد بھی اس ہبہ کی بقا پر اطمینان نہ تھا بلکہ اس کی تثبیت و توثیق کے لئے اس ہبہ و عطیہ کے لئے ایک ایسی شہادت کا مطالبہ کیا کہ جس کے بعد ہبہ کے ابطال کا کوئی امکان نہ رہے ۔ اور وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا مطالبہ تھا ۔ اب حضرت نعمان کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے بعد اصل حالات کو پیش کردیا اور اپنی زوجہ کی خواہش کے مطابق آپ کے سامنے استشہاد کا معروضہ پیش کردیا۔ اب غور کیجئے کہ صورت واقعہ میں اول سے لے کر آخر تک ہر پہلو سے احکام خداوندی کی خلاف ورزی تھی ۔ ایک تو یہ کہ اس فعل کے ارتکاب کا سبب اولاد کی بیجا محبت تھی۔ جس کو قرآن نے فتنہ فرمایا ہے :

"انما اموالکم و اولادکم فتنہ" (٦٤ : ١٥)

دوسری قطع رحم کا سلوک تھا جس کو قرآن نے قطعاً حرام فرمایا ہے ۔

'' واتقوا اللہ الذی تسألون بہ والارحام '' (٤:١)

اور فرمایا ہے۔

'' والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئك لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار'' (١٣:٢٥)

سوم اس فعل کا سبب جذبہ حسد تھا جس سے قرآن میں پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

'' ومن شر حاسد اذا حسد '' (١١٣:٥)

چہارم عدل و احسان کے خلاف تھا اور یہ قرآن کی نظر میں کسی طرح جائز نہیں ہے ارشاد فرمایا ہے۔

'' ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ''

اور فرمایا ہے ۔

'' وآت ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً ''

اور فرمایا ہے۔

'' و اذ حکمتم بین الناس ان تحکموا با لعدل ''

نیز حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے والد کا اپنی زوجہ کی ایسی فرمائش کو بغیر سوچے سمجھے قبول کرلینے سے گویا اس حکم خداوندی کو پس پشت ڈالنا لازم آرہا تھا ۔

'' یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم ''

لہذا اس فعل کے اس قدر حرمتوں اور قباحتوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جور ہی قرار دیا ہوگا اور اس کے جواب میں شان نبوت کے مطابق جو تشدیدی الفاظ مناسب ہوسکتے تھے فرمائے ہوں گے اور مقصود بھی شدت ہی ہوگی نہ کہ نرمی اس بنا پر جو روایات صیغہ امر یا الفاظ تشدیدی پر مشتمل ہیں وہ مرجح و قابل قبول ہیں -

نیز جبکہ کتاب اللہ کے ساتھ ہی ساتھ مذکورہ افعال کو خود سنت نے بھی ناجائز و اثم قرار دیا ہو اور اس پر وعید فرمائی ہو - یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کو قضاءً جائز و صحیح مانا جائے اور دیانۃً مکروہ - اور ایک ایسا فعل جو کتاب و سنت دونوں کے اعتبار سے فحش و قبیح و حرام ہو حاکم وقت اس کے جواز و صحت کا فیصلہ کس طرح دے سکتا ہے اور یہ فعل حرام جو معصیت ہے کس طرح حاکم کے حکم سے حلال و صحیح قرار پاسکتا ہے - قرآن نے اعلان عام فرمایا ہے -

,, وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ،،

ایک دوسرے کی معاونت بھلائی اور تقوے پر تو کرو لیکن معصیت اور ظلم پر نہ کرو - چنانچہ صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ نے کتاب الھبہ جلد ۶ ص ۱۳۲ میں ایسے مقام پر جہاں قضا علی المعصیت لازم آتی ہو اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے -

" اما اذا کان بالقضاء فکیف یسوغ للقاضی الاعانة علی مثل هذه المعصیة وکیف تکون اعانته علی المعصیة التي هی معصیة اخری منتجة للجواز "

اور جب اس مخصوص مسئلہ سے علحدہ ہوکر ہم دیگر مالیاتی تقدیم کے مواقع پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بحیثیت نظائر اس ہبہ کے باطل ہونے کی تائید کرتے ہیں - چنانچہ ان کے منجملہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مرض کا ایک واقعہ ہے جس کو تمام محدثین نے شہرت کے ساتھ نقل کیا ہے

اور فقہاء امت نے اس سے وصیت بالثلث کے مسئلہ میں احتجاج کیا ہے جس کو ہم یہاں بخاری کی کتاب الوصیت سے نقل کرتے ہیں -

"عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال جاء نی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا بمکة وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر عنھا قال یرحم اللہ ابن عفراء قلت یا رسول اللہ اوصي بمالی کلہ قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم و انک مھما انفقت من نفقة فانھا صدقة حتی اللقمة ترفعھا الی فی امراتک و عسی اللہ ان یرفعک فینتفع بک ناس ویضر بک آخرون ولم یکن لہ یومئذ الا ابنة "

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مکہ میں بیمار تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف فرما ہوئے حضرت سعد کو مکہ میں اپنا فوت ہوجانا اس لئے پسند نہ تھا کہ وہ اس مقام سے ہجرت کرچکے تھے- حضور انور ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم فرمائے - حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلعم کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کردوں ؟ حضور انور ص نے فرمایا: نہیں - میں نے عرض کیا: نصف مال کی؟ فرمایا: نہیں - عرض کیا: ثلث کی؟ فرمایا: ثلث کی، مگر ثلث بھی بہت ہے - تم اپنے ورثا کو مالدار چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو افلاس میں مبتلا کرکے دوسرے لوگوں کا دست نگر بنادو اور تم جب بھی جو کچھ خرچ کروگے وہ صدقہ ہوگا - یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی زوجہ کے منہ میں دوگے - ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر دے اور بہت لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں اور دوسرے بہت نقصان - اس وقت حضرت سعد کی صرف ایک ہی لڑکی تھی - (۱)

(۱) عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد ٦ ص ١٧٨ کتاب الوصیت ۔

اس حدیث میں چند امور قابل توجہ ہیں اولاً یہ کہ حضرت سعد اپنے تمام مال کو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پرخلوص طریقہ پر صرف کرنا چاہتے تھے - اور اس خلوص کا اتنا غلبہ تھا کہ اپنی اکلوتی بیٹی کے محروم ہوجانے کی بھی پرواہ نہ تھی - دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے پر بھی یہ کوشش جاری تھی کہ زائد سے زائد مال صرف کرنے کی اجازت دے دی جائے- سوم یہ کہ حضرت سعد کے خیال میں زیادہ سے زیادہ مال صرف کرنا ہی زیادہ اجر کا باعث تھا - چہارم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پرخلوص جذبہ کو محسوس فرمالیا تھا - پنجم یہ کہ آنحضرت کو یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ یہ مرض سعد رض کا مرض موت نہیں چنانچہ حضور کے الفاظ " وعسی اللہ ان یرفعک الی آخرہ " اسی طرف اشارہ ہے چنانچہ حضور کی نظر میں حضرت سعد کا یہ مال صرف کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک تندرست انسان کرے (مگر حضرت سعد کے علم کے اعتبار سے یہ وصیت تھی) ششم یہ کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب انسان کے مال کا سب سے اعلیٰ مصرف، کہ جس میں زائد سے زائد مال صرف کیا جائے، سبیل اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا - لیکن ان تمام وجوہ کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کل مال صرف کرنے کی اس لئے اجازت نہ دی کہ اس میں حضرت سعد کے ورثا کی حق تلفی ہوتی تھی اور اپنے ارشاد جامع الحکم سے ان خیالات کا ازالہ بھی فرمادیا جو مال کے زائد سے زائد صرف کرنے میں حضرت سعد نے قائم کرلئے تھے - اس طرح کہ انفاق فی سبیل اللہ یہی نہیں ہے کہ تم ورثاء کو محروم کرکے اجنبی لوگوں کو کل مال دے ڈالو - یا یہ کہ ہر موقع پر زائد سے زائد مال کا صرف کرنا ہی زیادتی اجر کا سبب ہو - تمہارا خلوص اور حرص علی انفاق فی سبیل اللہ قابل قدر ہے لیکن جبکہ دوسرے حقوق کا اتلاف لازم نہ آتا ہو اگر اتلاف لازم آتا ہو تو اس کثرت سے قلت زیادہ بہتر ہے جس سے اتلاف حقوق نہ ہو - (۱)

۱- عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد ٦ ص ۱۷۸ کتاب الوصیت ۔

اس واقعہ سے زیادہ واضح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم نے کتاب العتق میں روایت کیا ہے :

,, عن جابر رضی اللہ عنہ ان رجلاً من انصار دبر مملوکاً ولم یکن له مال غیرہ فبلغ النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال من یشتریه منی فاشتراہ نعیم بن النحام بثما مأۃ درھم متفق علیه و فی روایة لمسلم فاشتراہ نعیم بن عبد اللہ العدوی بثمان مائة درھم فجاء بها الي رسول اللہ صلعم فدفعها الیه ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق علیها فان فضل شیئی فلاھلک فان فضل عن اھلک شیئی فلذي قرا بتک فان فضل عن ذي قرابتک شیئی فھکذا فیقول بین یدیک وعن یمینک وشما لک ،،

حضرت جابر سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے غلام مدبر کر دیا (کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہ تھا بس یہ اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی - آپ نے فرمایا یہ غلام ہم سے کون خریدتا ہے - نعیم ابن النحام (مسلم کی روایت کے مطابق نعیم ابن عبداللہ) نے وہ غلام آٹھ سو درھم میں خرید لیا اور قیمت لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے - حضور نے وہ رقم اس شخص (مالک) کو دیتے ہوئے فرمایا اس کی ابتدا اپنی (ذات سے کرو - اس پر صدقہ کرو - اگر اس سے کچھ باقی رہے تو پھر وہ تمہارے اہل و عیال کا حق ہے اگر اس کے بعد باقی رہے تو دوسرے اقربا کا حق ہے اس کے بعد کچھ باقی رہے تو پھر آگے داھنے بائیں صرف کرتے رہو - (۲)

(۲) مشکوۃ جلد ۲ ص ۹۴ باب الاعتاق مطبوعہ اصح المطابع ہند -

یہ ایسے وجوہ ہیں کہ ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر اس طرح فضیلت دے کر کہ دوسرے محروم ہوجائیں ہبہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ایسے ہبہ کو باطل و غیر صحیح و قابل رد قرار دیتے ہیں۔

(۱) قائلین تصحیح الهبہ علماء نے حضرت نعمان کے والد کے مشورہ لینے کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ حضرت نعمان کے واقعہ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اگر ہبہ قطعاً کیا ہی نہ گیا تھا اور اس پر قبضہ متولیانہ نہ ہوا تھا تو اس صورت میں نعمان کی والدہ کی فرمائش شہادت کے سلسلہ میں لغو قرار پاتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ راوی کے اپنے احساس کے بنا پر ہیں جو ان کی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ نعمان کبیرالسن تھے اولاً تو اس لئے صحیح نہیں کہ ایک روایت کے علاوہ تمام روایات سے ان کا صغیرالسن ہونا واضح ہورہا ہے صرف ایک روایت ایسی ہے کہ جو محتمل الوجہین ہے یعنی کہ مجھ سے میری والدہ نے فرمایا تم جاؤ اور اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لو۔ اس تخاطب سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت نعمان بالغ و کبیرالسن ہوں تب ہی ان سے یہ کہا جاسکتا ہے بلکہ یہ بات اس وقت بھی کہی جاسکتی ہے جبکہ وہ نابالغ لیکن عاقل و سمجھدار ہوں۔ حضرت عمرہ نے اولاً اپنے شوہر سے شہادت کے لئے خطاب کیا ہو اور ساتھ ساتھ بیٹے کی طرف اسی وقت مخاطب ہوکر ان کے عاقل و سمجھدار ہونے کی بنا پر ان سے بھی کہا ہو۔ اب کلام کا طرز اس طرح ہوجاتا ہے (شوہر سے :- آپ کے اس فعل پر مجھے اس وقت اطمینان ہوگا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بنادیں۔ بعدہ اسی لمحہ بیٹے سے اور نعمان تم بھی جاؤ حضور انور ص کو اس پر گواہ بنالو) یہ طریق کلام ہمارے اپنے طرز کلام میں بھی موجود ہے کہ بچہ سمجھدار عاقل ہو تو باوجود بچے کے نابالغ ہونے کے ماں، باپ کو مخاطب کرتے ہوئے بچے کو بھی خطاب کرنے میں شامل کرلیا کرتی ہے۔ چنانچہ اس معنے کے لحاظ سے حضرت نعمان کی اس حدیث کی تمام روایات میں توافق ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی واقعہ کی حقیقت کا پہلو مزید روشنی میں آجاتا ہے۔

(۳) جس روایت میں آنحضرت ص کا حکم رجوع واقع ہوا ہے اس سے یہ استدلال کہ رجوع کرنا صحت ہبہ کی دلیل ہے کیونکہ یہ حکم اسوقت صحیح ہوگا جبکہ حبہ منعقد ہوچکا ہو! اولاً تو اس لئے غلط ہے کہ اس سے خود مستدلین کے اپنے قول میں تضاد لازم آتا ہے کیونکہ ایک جانب تو وہ اس کے قائل ہیں کہ ہبہ قطعی و نافذ کیا ہی نہ تھا بلکہ مشورہ لینے حاضر ہوئے تھے دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ رجوع کا حکم اس وقت صحیح ہوگا کہ جب ہبہ منعقد صحیحہ تصور کیا جائے ۔ دوم اس لئے کہ آنحضرت صلعم کا حکم رجعت بشیر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ عمرہ بنت رواحہ کے خیال کے (کہ ہبہ ہوگیا ہے) بموجب تھا، نہ کہ حکم شرعی ہونے کی حیثیت سے یہ ایک واضح امر ہے کہ بعض مواقع پر متکلم اپنے کلام میں ایسے کلمات و الفاظ استعمال کرتا ہے جو اس کے مخاطب کے عقیدے اور خیال کے مطابق ہوتے ہیں اور حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے ۔

(۴) ایک روایت کے مطابق حضور ص کا یہ فرمانا کہ میرے علاوہ کسی دوسرے کو گواہ بناؤ ہبہ کی صحت کی دلیل بنانا (جیسا کہ امام شافعی کا فرمانا ہے) اس لئے ضعیف ہے کہ عرف عام میں کلام کا یہ طرز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جبکہ مخاطب کو یہ بتلانا مقصود ہو کہ تمہارا عمل انتہائی قبیح و غیر صحیح ہے اس فعل کو وہی شخص گوارا کرے گا کہ جس میں دیانت و امانت عدل و انصاف جیسے اوصاف کا فقدان ہو، جس کے مذہب میں ایسے قبیح امور جائز تصور کئے جاتے ہوں — اس کو گواہ بناؤ - لیکن یہ میرا مذہب نہیں ہے نہ میرے اندر ان اوصاف کا فقدان ہے نہ میرے نزدیک تمہارا عمل صحیح و جائز ہے ۔

(۵) جن روایات میں اولاد کے درمیان تسویہ کا ذکر ہے اس میں سے بعض میں بطور استفہام کے اور بعض میں بصیغہ امر حکم دیا گیا ہے۔ یہ تغیر راویان حدیث کے اپنے الفاظ کی بنا پر ہے جن کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ حضور انور ص نے اس موقع پر کیا الفاظ ادا فرمائے تھے جس روایت میں (سووا) کی بجائے (قاربوا) استعمال ہوا ہے اس کی بھی یہ حالت ہے اور معنوی حیثیت سے (سووا) ہی کے معنی میں ہے ۔

(۶) تسویه هبه علی الاولاد کی تشبیه احسان بالوالدین میں یه ضروری نہیں که تشبیه من کل الوجوه ہی مقصود ہو کیونکه ایک شئی کو دوسرے کے ساتھ جس وقت تشبیه دی جاتی ہے تو ان دونوں کے درمیان تمام اوصاف مشترکه میں جمع کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکه اوصاف میں سے کوئی ایک معنی یا صفت وجه تشبیه ہوا کرتی ہے۔ مثلاً ہم یه کہیں که (زید شیر کی مانند ہے) یہاں زید اور شیر میں اگرچه متعدد اوصاف میں اشتراک ہے مثلاً وجود جسمیت، حیوانیت، قوت سماع و بصر وغیره لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا وصف نہیں ہے که زید اور شیر کے درمیان میں تشبیه کی وجه ہوسکے بلکه یہاں ایک مخصوص وصف میں ایک کو دوسرے کے ساتھ تشبیه دینا مقصود ہے یعنی شجاعت میں زید شیر کی طرح ہے۔ جیسا که کتب بلاغت میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث مذکور میں رسول الله صلی الله علیه وسلم جس شخص سے خطاب فرمارہے ہیں اس کی حیثیت اس وقت ایک عام انسان کی ہے جس کے پیش نظر اس کا اپنا ایک ذاتی واقعه ہے جو که ایک معاملاتی حیثیت رکھتا ہے۔ مخاطب کی شان اس موقع پر شان فقاہت یا شان اجتہاد و استخراج احکام نہیں ہے۔ لہذا آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا اس سے کچھ فرمانا ایسی حیثیت و کیفیت کے ساتھ ہوگا که جس سے مخاطب اپنے عمل کی قباحت کو محسوس کرے جس طرح که اپنے مقابل کا عمل خود اس کے ساتھ ایسا ہی ہو تو اپنے حق میں اس کو قبیح و موذی تصور کرتا ہے۔ اس سے قطع نظر که اس کے مقابل کا عمل صفت وجوب یا استحباب سے متصف ہے یا نہیں ہے ایسے مواقع پر ایسی تدقیقات و نکته سنجیاں پیش نظر نہیں ہوا کرتیں۔ بلکه ایک خالی الذہن مخاطب کو سیدھے سادے طریقے پر وضاحت کے ساتھ معامله کی حقیقت کو سمجھا دینا مقصود ہوتا ہے یہی صورت یہاں بھی ہے۔

لبز قائلین صحت هبه حکماً وقضاءً هبه کی تتمیم و تکمیل کے بعد رجوع عن الهبه کو مکروه و معصیت قرار دیتے ہیں جس کی دلیل میں ایک حدیث کو پیش کرتے ہیں: فتح القدیر میں ہے

"وقوله في الكتاب فله ان يرجع لبيان الحكم اما الكراهة

فلازمة لقوله عليه الصلواة والسلام العائد فى هبته كالعائد فى قيئه وهذا لاستقباحه) قال الشارح العيني قد استدل المصنف على كراهة الرجوع بهذا الحديث الصحيح ثم يشترطون في جوازه الرضا او القضاء ،، (۱)

یعنی واهب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ہبہ سے رجوع کرلے - یہ ہبہ کے حکم کا بیان ہے - لیکن کراہت بہر نوع لازمی رہتی ہے اس لئے کہ نبیعلیہ الصلوۃ والسلام نےارشاد فرمایا ہے اپنے ہبہمیں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے قئے کرکے دوبارہ استعمال کرنے والا ہو - اس سے مقصود فعل رجوع کی قباحت کا اظہار ہے لیکن اس رجوع کےصحیح ہونے کی شرط ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ یا تو موہوب کی رضا ہو یا قضاء قاضی ہو - اگر موہوب نے اظہار رضامندی کر دیا تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا - لیکن اگر اس رجوع کے حق میں قضاء قاضی واقع ہوگی تو جو امر (رجوع بمنشا حدیث) معصیت ہوچکا ایسی معصیت کے حق میں قاضی کے لئے یہ کیسے درست ہوگا وہ اس کا حکم دے کر اعانت علی المعصیت کا مرتکب ہو - اور اس کی یہ اعانت علی المعصیہ" جو کہ خود ایک معصیت ہے کس طرح اس فعل کے جواز کا سبب ہوسکے گی - کیونکہ قضا قاضی سے قبل رجوع کرناجائز نہ تھا تو پھر قضا قاضی کے بعد ایسا ہی رہے گا اس لئے کہ قضاء قاضی کسی حرام کو حلال نہیں کردیا کرتی اور نہ کس حلال کو حرام کرتی ہے بلکہ قضا قاضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب حق کو اس کے حق کے وصول کرانے میں اس کی اعانت کرے تو اب قاضی کیلئے یہ کس طرح درست ہوگا کہ ایک مکروہ کے ارتکاب کا حکم دے کر خود کو بھی معصیت میں آلودہ کرلے(۲) لہذا جب ان حضرات کا قول اس موقع پر قاضی کے حق میں اعانت علی المعصیت ہے تو ہبہ تفضیلی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اعانت: علی المعصیہ" قرار پاجانابھی لازم آتا ہے جس کی جرات کوئی ایماندار شخص نہیں کرسکتا - معلوم ہوا کہ حضرت نعمان کے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ

(۱) فتح القدیر جلد ۷ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۲
(۲) فتح القدیر بحوالہ مذکور الصدر

وہ بعض اولاد کو بعض پر ہبہ میں ترجیح نہ دیں قطعاً حکم تھا اور اس قسم کے ہبہ کو باطل قرار دینا مقصود تھا۔

اس مکمل بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر دو فریق اس ہبہ کے غیر صحیح ہونے پر متفق ہیں صرف الفاظ کے پیچ و خم ہیں جن کی ظاہری حالت پر نظر کرنے کے بعد یہ معاملہ صاف ہوجاتا ہے کہ دیانۃ" مکروہ تحریمی کا قائل اس باب کے دوسرے جزئیہ یعنی رجوع من الہبہ میں ہبہ تام ہونے کے بعد ہبہ سے رجوع کرنے کی کراہت تحریمی کا قائل ہے اور یہ قول بھی دیانت ہی کے لحاظ سے ہے جس کو ان حضرات نے اس مقام پر معصیت قرار دے کر اور قضا قاضی علی المعصیت کو ناجائز کہا ہے جیسا کہ ہم نے فتح القدیر کے حوالہ سے سابق میں بیان کیا ہے تو ظاہر ہے کہ مسئلہ اول میں بھی ترجیح بعض اولاد کی بعض پر معصیت ہے اور اسکی صحت کا حکم اعانت علی المعصیۃ ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہبۂ تفضیلی معصیت و ناجائز و باطل ہے۔